WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورۃ النبأ

نام : اس سورت مُبارکہ کا نام النبأ ہے جو دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ اسے سورۂ عم، سُورت یتساءلون اور التساؤل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دو رکوعوں اور چالیس یا اکتالیس آیتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد ۱۷۳ اور حروف کی تعداد ۹۷۰ ہے۔

نزول : باتفاقِ علماء یہ عہدِ نبوت کی ابتداء میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

مضامین : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ویسے تو اہلِ مکہ کے لیے حیرت انگیز تھی وہ لوگ حضور کی باتیں سُنتے اور حضور کے اعمال کا مشاہدہ کرتے تو ان پر عجیب قسم کی سراسیمگی طاری ہو جاتی۔ سب سے زیادہ جس چیز نے انہیں پریشان کر رکھا تھا وہ نبی کریم کا یہ ارشاد تھا کہ اس جہانِ رنگ و بُو کے بعد ایک اور جہان بھی ہے۔ اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی بھی ہے جس کی انتہا نہیں۔ قیامت کے دن انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو قبروں سے نکال کر ربّ کائنات کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہاں اُن سے اُن کے چھوٹے بڑے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اُن کی عقل جس کی دقیقہ سنجی پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ تھی۔ ہزاروں صدیوں کی پہنائیوں میں اُن کی مشتِ غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کون جمع کرے گا اور پھر ان میں رُوح کیسے پھونکی جائے گی۔ وہ اس مسئلہ پر شب و روز غور کرتے آپس میں بحث و تمحیص کرتے ان کی مجلسوں میں اس موضوع پر گرما گرم مذاکرے ہوتے لیکن وہ کسی صُورت میں وقوعِ قیامت کو ماننے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہ پاتے۔ اس نہ ماننے میں ایک نفسیاتی جھجک بھی سدِ راہ بنی ہوئی تھی۔ اگر وہ وقوعِ قیامت کو تسلیم کرتے ہیں تو اُن کی زندگی کا سارا نقشہ تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اُس معاشرہ میں انہیں لُوٹ کھسوٹ کی جو آزادی میسر تھی۔ عیش و طرب کی محفلیں جن میں مدہوش اور بدمست جوانیاں ساری رات محوِ رقص رہا کرتیں، بادۂ ارغوانی کے بلوریں جام مصروفِ گردش رہتے۔ جہاں کسی ضرورت مند کا استحصال مباح تھا۔ جہاں قرض خواہ اپنے مقروض سے من مانی شرح پر سُود لیا کرتا تھا۔ اگر وہ روزِ حساب پر ایمان لاتے ہیں تو اُن کو تمام لغویات سے دست کش ہونا پڑتا ہے جس کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ اس سنگِ گراں کو ان کی راہ سے ہٹانے کے لیے قرآن کریم میں متعدد بار بڑے زور شور سے بڑے زوردار دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ میں بھی یہی موضوع زیرِ بحث ہے۔

پہلے تو دو ٹوک الفاظ میں یہ بتا دیا کہ تمہارے انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ قیامت ضرور برپا ہوگی تم خود اپنی آنکھوں سے

اس کا مشاہدہ کرو گے اور اس کا اعتراف بھی کرو گے لیکن اُس وقت تمہارا قیامت پر ایمان لانا تمہیں جہنم سے بچا نہ سکے گا۔

پھر ان کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ ان کے منتشر ذرّوں کو کیسے جمع کیا جائے گا۔ بتایا کہ ان ذرّوں کو جمع کرنے والا وہ قادرِ مطلق اور حکیم و علیم خدا ہے جس کی قدرت اور حکمت کے جلوے قدم قدم پر اس کی کبریائی کی گواہی دے رہے ہیں جو ایسے محیّر العقول کام سرانجام دے سکتا ہے اس کے لیے تمہیں از سرِ نو زندہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہے۔

اس کے بعد قیامت برپا کرنے کی حکمت بتائی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان ساری عمر لوگوں پر ظلم و ستم کرتا رہے غریبوں کو لُوٹتا رہے، داد عیش دیتا رہے، اپنے خالق کی نافرمانی کرتا رہے اور دُوسرا شخص ساری عمر بنی نوعِ انسان کی خدمت کرتا رہے، دُکھیوں کی غمگساری، محتاجوں کی امداد، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرتا رہے۔ اپنے ربِّ کریم کی اطاعت سے سرِمُو انحراف نہ کرے ان دو شخصوں کے عملوں میں اتنے سنگین تفاوت کے باوجود اس کا نتیجہ یکساں رہے۔ اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے۔ بتا دیا کہ قیامت برپا کرنے میں حکمتِ الٰہی یہ ہے کہ بدکاروں کو ان کی بدی کی سزا دی جائے اور نیکوں کو ان کی نیکی کا اجرِ عظیم مرحمت فرمایا جائے۔

آخر میں اُس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا جس میں اکثر کفار مبتلا تھے۔ وہ کہا کرتے کہ اگر قیامت آ بھی گئی تو اس روز بھی اللہ کی نعمتیں ہمیں ہی ملیں گی۔ ہمیں جو عزت اور سرفرازی اس دُنیا میں نصیب ہے۔ قیامت کے دن بھی یہ ہمیں نصیب ہو گی۔ ہمارے جاں نثار خدّام اور وفادار مُلازم اس وقت ہمارے ارد گرد حلقہ زن ہوں گے۔ اگر کسی فرشتہ نے ہماری طرف دستِ تعدّی دراز کیا تو ہمارے درجنوں جوان سال اور بہادر بیٹے اُن کو مزا چکھا دیں گے اور یہ ہمارے بُت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے۔ اس لیے ہمیں دوزخ کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ان کم نگاہوں کو بتا دیا کہ اس قسم کی خام خیالیوں کو اپنے دل سے نکال دو۔ وہاں کسی کی مجال نہ ہو گی کہ دم مار سکے۔ شفاعت کے لیے وہی زبان کھول سکے گا جس کو رحمٰن و رحیم نے منصبِ شفاعت پر سرفراز کیا ہو گا۔ تمہارے یہ بُت اس روز خود دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ تمہاری نجات کا انہیں کب خیال ہو گا۔ آخر میں تنبیہ فرما دی کہ آج راہِ حق اختیار کر لو۔ اس فرصت کو غنیمت جانو ورنہ قیامت کے روز تمہاری حالت اتنی ناگفتہ بہ ہو گی کہ تم اپنی زندگی سے بے زار ہو گے اور بصد حسرت یہ کہہ رہے ہو گے۔ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ○ (کاش کہ میں مٹی ہو جاتا)

نیو ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا

۶-۴-۷۷

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ النبا مکی ہے اور یہ چالیس آیتوں پر مشتمل ہے اور اس میں دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں؟ کیا وہ اس بڑی اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں [1] جس میں وہ اختلاف

مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ

کرتے رہتے ہیں [2] یقیناً وہ اسے جان لیں گے پھر یقیناً وہ اسے جان لیں گے (کہ قیامت برحق ہے) [3] کیا ہم نے نہیں

[1] یہ سورت ان سورتوں میں سے ایک ہے جو اعلان نبوت اور آغاز دعوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس ہمہ گیر انقلاب کے داعی بن کر تشریف لائے تھے اس کی کامیابی کا انحصار عقیدۂ قیامت پر تھا اور اسی عقیدہ کو تسلیم کرنا کفار مکہ کے لیے ازحد مشکل تھا۔ اس لیے اس سورت میں بھی قیامت کے بارے میں کفار کی غلط فہمیوں کو دور کیا جا رہا ہے اور ان کے سامنے اپنی قدرت کاملہ کے ایسے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں کہ اگر وہ تعصب سے بلند ہو کر ان میں غور کریں تو انہیں وقوع قیامت پر یقین آ جائے اور اس کے انعقاد میں جو گرانگوں کھٹکتیں ہیں وہ ان پر آشکارا ہو جائیں۔

عَمَّ اصل میں عَنْ مَا تھا۔ مَا استفہامیہ پر جب حرف جار داخل ہو تو تخفیف کے لیے الف کو گرا دیتے ہیں جیسے لِمَ، فِیْمَ، عَمَّ نیز اس طرح مَا استفہامیہ اور خبریہ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ یہ کفر کے سرغنہ کس موضوع پر تبادلۂ خیال کرتے رہتے ہیں، کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ دوسری آیت میں خود بتا دیا کہ یہ بحث و تمحیص، یہ چہ میگوئیاں ایک بڑی اہم خبر کے بارے میں ہو رہی ہیں۔

علامہ راغب لکھتے ہیں النَّبَأُ خَبَرٌ ذُو فَائِدَةٍ عَظِيمَةٍ۔ نبأ اس خبر کو کہتے ہیں جس میں بہت بڑا فائدہ ہو (المفردات)۔ اس کو یہاں عظیم کی صفت سے موصوف کیا یعنی یہ خبر معمولی قسم کی نہیں جس کا جاننا نہ جاننا برابر ہے بلکہ اس خبر کا بہت بڑا فائدہ ہے اور یہ اپنی ذات میں بہت ہی بڑی اور اہم ہے۔ اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ اس سے مراد قیامت کے وقوع کی خبر ہے۔

[2] فرمایا کہ ان کی چہ میگوئیوں اور بحث و تمحیص کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اس کے بارے میں وہ متفق اللفظ نہیں ہیں بلکہ جانت جانت کی بولیاں بول رہے ہیں۔ اس کے بارے میں ان کی آرا کے اختلاف کی کوئی حد نہیں۔ بعض لوگ وقوع قیامت کو اس لیے ناممکن کہتے ہیں کہ ان کے

نزدیک یہ عالم قدیم ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ نیلگوں آسمان' اس میں آویزاں اور چمکتے دمکتے ستارے' یہ سورج' یہ چاند' یہ فلک بوس پہاڑ' یہ مختلف عناصر' یہ سب چیزیں ہمیشہ یونہی برقرار رہیں گی۔ ان کے درہم برہم ہوجانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ان کو درہم برہم کردینا کوئی حکیمانہ فعل ہے۔ اس لیے قیامت کے بارے میں جو کچھ ہمیں بتایا جارہا ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ ہماری صرف یہی دنیوی زندگی ہے' اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں۔ وہ کہتے ہیں ان ھی الا حیاتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین (الانعام آیت ۲۹) بس ہماری یہی دنیوی زندگی ہے اور ہمیں دوبارہ زندہ کرکے ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے' وہ کہا کرتے۔ مَنْ یُحیِی الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْم جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی اور مٹی میں مل جائیں گی اور ہوا کے جھونکے انہیں صد بار الٹ پلٹ کرکے رکھ دیں گے تو پھر ان بکھرے ہوئے ذروں کو جمع کرنا قطعاً ناممکن ہے اور بعض لوگ قیامت کو ناممکن تو خیال نہیں کرتے تھے لیکن انہیں یہ بھی یقین نہ تھا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ وہ گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ ان نظن الا ظناً وما نحن بمستیقنین۔

اور بعض اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ پہلے تو قیامت برپا ہی نہ ہوگی اور اگر بفرض محال برپا ہوئی بھی تو اس روز بھی اللہ تعالیٰ اپنے لطف و احسان سے ہمیں ہی سرفراز کرے گا۔ یہ لوگ جو آج غربت کے شکنجہ میں کسے ہوئے ہیں' ان کا اس روز بھی کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ ان میں سے کئی ایسے لوگ بھی تھے جنہیں علمائے نصاریٰ کے پاس اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا تھا اور ان کی باتوں سے متاثر ہوکر وہ اگرچہ جسمانی بعثت کے قائل تو نہ تھے لیکن روحانی بعثت کو وہ تسلیم کرتے تھے اور بعض تناسخ کے قائل تھے کہ روح' اپنے نیک و بد اعمال کے بعد جسم بدلتی رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔

۳ے ان آیتوں میں کَلَّا کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ علامہ بدرالدین زرکشی نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں اس کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہیں سے استفادہ کرتے ہوئے یہ چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں۔

سیبویہ کے نزدیک کَلَّا حرف ردع اور زجر ہے۔

صفار کہتے ہیں یہ اسم ہے اور کسی کلام کو رد کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے۔ آپ نے ان کے اس کلام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کَلَّا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ نہ فرعون ہمیں اپنے محاصرہ میں لے سکتا ہے اور نہ سمندر ہمارا راستہ روک سکتا ہے۔ اور کبھی یہ حقاً کے معنی میں ہوتا ہے۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ کَلَّا ردع اور رد کے لیے استعمال ہوا ہے یا حقاً کے معنی میں مستعمل ہے' تو علامہ زرکشی کہتے ہیں کہ اگر وقف کَلَّا پر ہو تو اس وقت ردع اور رد کے معنی میں ہوگا اور کَلَّا سے پہلے وقف ہو اور کَلَّا سے اگلے جملے کی ابتدا ہو تو اس وقت یہ حقاً کے معنی میں ہوگا۔ ان دو آیتوں میں کَلَّا سے جملے کی ابتدا ہو رہی ہے اور وقف اس سے پہلے ہے اس لیے یہاں حقاً کے معنی میں ہوگا۔ ومنھم من نظر الی المعنیین فیقف علیھا اذا کانت بمعنی الردع ویبتدئ بھا اذا کانت بمعنی التحقیق وھو اولیٰ (البرہان) یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے۔ اگر اسے ردع اور رد کے معنی میں لیا جائے تو پھر بھی غلط نہ ہوگا۔ زرکشی اس کی ترکیب کے متعلق لکھتے ہیں۔ وتکون کلا بمعنی حقا عند الکسائی فیبتدأ بھا لتاکید ما بعدھا فتکون فی موضع المصدر ویکون موضعھا نصبا علی المصدر والعامل محذوف ای احق ذلک حقا (البرہان) یعنی کسائی کے نزدیک کَلَّا حقاً کے معنی میں ہوگا اور اس سے جملے کی ابتدا ہوگی۔ اس کا مقصد بعد میں آنے والے کلام کی تاکید کرنا ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مصدر ہوگا اور عامل محذوف کا مفعول مطلق ہوگا اور منصوب ہوگا۔ یعنی

الْأَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ أَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾ وَّجَعَلْنَا

بنا دیا زمین کو بچھونا ۶ اور پہاڑوں کو میخیں ۷ اور ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں جوڑا جوڑا ۸ اور ہم نے بنا دیا ہے

نے علامہ زرکشی کی تحقیق کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے بھی کلّا کا معنی حقا ذکر کیا ہے۔ ای حقا لیعلمون۔ (قرطبی)

سَيَعْلَمُوْنَ کا مفعول مذکور نہیں لیکن سیاق کلام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی چیز ہے جس کے متعلق وہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اور جیسے پہلے بتایا گیا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قیامت ہے۔

۶ منکرین قیامت سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے اس کرۂ ارض کو تمہارے لیے بچھونے کی طرح آرام دہ نہیں بنا دیا۔ تمہاری بقا، تمہاری نشوونما اور آرام و آسائش کے لیے جو چیزیں مطلوب تھیں سب کی سب بڑی فیاضی سے تمہارے لیے مہیا کر دی گئی ہیں۔ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے زرخیز میدان، ان میں لہلہاتے ہوئے کھیت، سرسبز باغات، ابلتے ہوئے چشمے، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے دریا کس نے بنا دیے ہیں۔ جس علیم و قدیر نے تمہیں زندہ و سلامت رکھنے کے لیے کمال حکمت سے ہر چیز فراہم کر دی ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکے۔

۷ ذرا ان سلسلہ ہائے کوہ کی طرف دیکھو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کیل کی طرح انہیں زمین میں گاڑ دیا گیا ہے تاکہ اس کے وزن سے کرۂ زمین کی اضطراری حرکت رک جائے۔ اس کے علاوہ ان پہاڑوں میں تمہارے لیے ان گنت فوائد اور منافع ہیں۔ جو ذات اتنے بڑے بڑے پہاڑ پیدا کرنے پر قادر ہے اس کے بارے میں یہ خیال کہ وہ بالشت بھر کے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی کتنا بڑا دھوکہ ہے۔

۸ اگر تمہاری نظر اتنی بینا نہیں کہ وسیع زمین اور فلک بوس پہاڑوں میں اس کی حکمت کے جلووں کو دیکھ سکو تو آؤ! اپنی ذات میں غور کرو۔ اس نے تم سب کو مرد ہی پیدا نہیں کیا اور نہ سب کو عورتیں بنایا۔ تم خود سوچو مرد و زن دونوں کی تخلیق اسی قطرۂ آب سے ہوتی ہے، ایک ہی رحم میں نشوونما پاتے ہیں۔ خوراک بھی دونوں کی یکساں ہے، لیکن کسی کو لڑکا بنا دیا اور کسی کو لڑکی۔ ایک باپ بننے کے قابل ہے دوسری ماں بننے کے قابل ہے۔ جسے باپ بننا ہے اس کو تمام ایسے آلات، قوتیں اور صلاحیتیں بخش دی ہیں جس کے باعث وہ باپ بننے کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے، جس کو ماں بننا ہے وہ ماں بننے کی تمام جسمانی اور نفسیاتی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے۔ اگر تمہیں جوڑا جوڑا نہ بنایا جاتا تو افزائش نسل کیسے ہوتی۔ اگر تم جوڑا جوڑا پیدا نہ کیے جاتے تو زندگی کا یہ کٹھن سفر ہر کیف و رنگ سے محروم ہوتا۔ جس ذات پاک نے نسل انسانی کو مرد و زن میں تقسیم کر کے ان کی تمام جنسی ضروریات کا اہتمام کیا ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا قطعاً مشکل نہیں۔

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾

تمہاری نیند کو باعث آرام ۷ نیز ہم نے بنادیا رات کو پردہ پوش ۸ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا ۹

۷ اگر ان باریکیوں میں غوطہ زنی کی تمہیں مہلت نہیں تو ذرا اپنی نیند اور بیداری کی دو مختلف حالتوں میں غور کرو۔ بیداری کی حالت میں تم دماغی یا جسمانی مشقت کرتے ہو۔ تم تھک کر چور ہو جاتے ہو۔ تم میں مزید کام کرنے کی سکت باقی نہیں رہتی۔ اچانک نیند تمہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ کچھ وقت کے لیے تم دنیا وما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ہو۔ جملہ تفکرات اور اندیشوں سے تمہیں نجات مل جاتی ہے۔ کچھ دیر سو لینے کے بعد جب تم بیدار ہوتے ہو تو دماغی درماندگی اور جسمانی تھکاوٹ کافور ہو چکی ہوتی ہے۔ جوش ونشاط کی کیفیت عود کر آتی ہے اور تم از سر نو جہاد زندگی کا آغاز کر دیتے ہو۔

سنو! ہم نے ہی تمہارے لیے نیند کو آرام وراحت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر ہم تمہیں نیند کی نعمت سے محروم کر دیں تو یہ زندگی تمہارے لیے موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ بن جائے اور دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہو جائیں۔ یہ میری قدرت ہے جس نے نیند جسے تم موت کی بہن کہا کرتے ہو اسی کو ہم نے قوت ونشاط کا سرچشمہ بنادیا ہے۔ جس کی قدرت کا ملہ کا یہ عالم ہے کیا اس کے لیے تمہیں دوبارہ زندہ کرنا ناممکن ہے۔ کچھ تو انصاف سے کام لو۔

لفظ سُبَاتًا کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں: وجعلنا نومکم سباتا ای قطعا للعمل واصل السبت القطع (مفردات) سبت کا معنی کسی چیز کے تسلسل کا منقطع ہو جانا۔ جب انسان کو نیند آتی ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور وہ بے حس وحرکت اپنی چارپائی پر دراز ہو جاتا ہے۔ لیکن جوہری اپنی صحاح میں لکھتے ہیں السبات، النوم واصلہ الراحۃ من قولہ تعالیٰ وجعلنا نومکم سباتا۔ یعنی سبات کا اصل معنی راحت وسکون ہے اور اس آیت میں سبات اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

۸ ذرا شب وروز کے اس تسلسل پر غور کرو۔ رات آتی ہے، ساری کائنات پر اندھیرے کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں لپٹ کر رہ جاتی ہے۔ جو کام دن کے اجالے میں تم نہیں کر سکتے وہ رات کی اس تاریکی میں تم بلا تکلف انجام دے سکتے ہو۔ دن بھر کی تگ ودو کے بعد تم گھر واپس آتے ہو۔ اپنے بال بچوں کے ساتھ رات بسر کرتے ہو۔ تمہیں رات کے تاریک سناٹوں میں جو آرام ملتا ہے اور جو میٹھی نیند تم سوتے ہو وہ آرام اور میٹھی نیند دن کے اجالے میں کہاں نصیب ہوتی ہے۔ شیطان اور نفس کے پرستار رات کو ہی اپنے عشرت کدوں کی رونق بڑھاتے ہیں اور خداوند رحمٰن کے بندے رات کو اٹھتے ہیں جب ساری دنیا سوتی ہے اور اپنے سجدہائے نیاز سے اپنے نالہائے جگر گداز سے اور اپنی اشکباریوں سے اپنے گوشۂ خلوت میں چراغاں کرتے ہیں۔ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی کہ کس نے کیسی رات گزاری ہے۔ رات کو ایسا لباس اور مکمل پردہ ہم نے بنایا ہے۔

۹ معاشا ای سببا للمعاش (مظہری) رات کے برعکس جب دن ہوتا ہے، پردہ اٹھ جاتا ہے۔ ہر چیز نظر آنے لگتی ہے۔ ہر سو روشنی پھیل جاتی ہے۔ زندگی کی رکی ہوئی گاڑی پھر حرکت کرنے لگتی ہے۔ بازار کھل جاتے ہیں۔ منڈیوں میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ کاشتکار اپنی زمینوں میں ہل جوتتے ہیں۔ غرضیکہ سورج طلوع ہوتے ہی کسب معاش کے لیے جدوجہد اور تگ ودو کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا

اور ہم نے بنائے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان ؎۱۱ اور ہم نے ہی ایک نہایت روشن چراغ بنایا ؎۱۲ اور ہم نے برسایا

مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ

بادلوں سے موسلا دھار پانی ؎۱۳ تاکہ ہم اگائیں اس کے ذریعہ اناج اور سبزی نیز گھنے

؎۱۱ ہماری قدرت اور صنعت کاری کی شان ملاحظہ کرنی ہو تو ذرا آسمانوں کی اس نیلگوں چھت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو۔ ہزارہا صدیاں بیت چکی ہیں اس سائبان کو تنے ہوئے۔ بتاؤ شکست و ریخت کا کوئی نشان اس میں نظر آتا ہے۔ کہیں کوئی شکن، کوئی سلوٹ، کوئی جھول ہرگز نہیں۔ ینقلب الیک البصر خاسئا و ھو حسیر۔ بار بار دیکھو، طاقتور دوربینیں لگا کر دیکھو، تمہیں کہنگی اور بوسیدگی کی کوئی علامت دکھائی نہ دے گی۔ ان کو اتنا مضبوط بنا دیا گیا ہے کہ بے شمار ستارے اس میں محو گردش ہیں، لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اپنے مدار سے سرِ مو سرک سکے، تیز روی یا سست گامی کا مظاہرہ کرے، یا جو نظام اوقات اس کے لیے مقرر ہے اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کرے۔ تم ہماری قدرت و طاقت کو اپنی ناقص طاقت پر قیاس کرتے ہو، یہ تمہاری سراسر نادانی ہے۔

؎۱۲ سراج سے مراد سورج ہے۔ اس کو وہّاج کی صفت سے موصوف کیا اور وہّاج: ھو مجمع النور والحرارۃ۔ وہّاج اس کو کہتے ہیں جو نور و حرارت کا منبع ہو۔ مشہور مفسر مقاتل کہتے ہیں جعل فیه نورا و حرارة والوهج يجمع النور والحرارة۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج میں نور اور حرارت دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

وہ ایک چراغ جو سارے عالم کو منور کر رہا ہے اس کے بنانے والے ہم ہیں۔ وہ صرف روشن ہی نہیں گرم بھی ہے۔ روشنی اور حرارت دونوں زندگی کا سرچشمہ ہیں۔ اہل علم سے مخفی نہیں کہ کائنات کی یہ ساری چہل پہل، گلشن ہستی کی یہ حسن آرائیاں اور جمال آفرینیاں، نور اور حرارت دونوں کا کرشمہ ہیں۔ اگر اس میں صرف نور ہوتا یا صرف حرارت ہوتی تو زندگی نام کی کوئی چیز یہاں نہ پائی جاتی۔

اس سورج کے بارے میں ہی اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا پختہ یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ زمین کے حجم سے اس کا حجم تین لاکھ تیس ہزار گنا بڑا ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ ۹ کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ اس کا درجہ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ اس کا قطر آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہے جو زمین کے قطر سے ۱۰۹ گنا ہے۔ آپ اس پر حیران نہ ہوں، بعض ستارے سورج سے بھی سو گنا بڑے ہیں۔ کئی ایسے بھی ہیں جن کا قطر سورج کے قطر سے آٹھ سو گنا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

زمین سے اتنا دور ہونے کے باوجود وہ مناسب مقدار میں روشنی بھی پہنچا رہا ہے جس کے باعث اس کا چپہ چپہ روشن ہے اور مناسب مقدار میں حرارت بھی فراہم کر رہا ہے جس سے انسانی، حیوانی اور نباتاتی زندگی برقرار ہے۔ زمین سے اس کی مناسب دوری، اس کے طلوع و غروب کا نظام، موسموں کا تغیر و تبدل، رات کا آنا جانا، ہر چیز پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ اس کو منبع نور و حرارت بنانے والا، اس کو مناسب دوری پر رکھنے والا، اس کے منظم طلوع و غروب کا لائحہ عمل مرتب کرنے والا قادر مطلق بھی ہے، حکیم بھی ہے اور علیم بھی۔

؎۱۳ مُعْصِرَات: ھی الریاح تعصر السحاب۔ یعنی مُعصرات سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو نچوڑتی ہیں اور بارش برستی ہے۔ معصرات ان بادلوں کو بھی کہتے ہیں جو بارش کے پانی سے لبالب بھرے ہوتے ہیں اور ابھی انہوں نے برسنا شروع نہیں کیا ہو۔ قال الفراء المعصرات السحاب

اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

باغات ۱۳ بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے ۱۴ جس روز صور پھونکا جائے گا تو

ینجلب بالمطر ولم یمطر۔ ثجاجا: صبّاً امد دار (پانی کا زور سے گرنا) موسلا دھار بارش۔

۱۳ یعنی بادلوں سے بارشوں کا موسلا دھار برسانا بے مقصد اور عبث نہیں بلکہ بارشیں برسا کر ہم انسانوں کے لیے ہر طرح کا اناج، حیوانات کے لیے ہر قسم کا چارہ اگاتے ہیں اور اس کے پانی سے گنجان باغات بہار دکھا رہے ہیں جن کی شاخوں پر مختلف ذائقوں کے رنگا رنگ پھل تمہارے کام و دہن کی ضیافت کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے شاہکار ہیں، جو اس کی حکمت بالغہ اور علم محیط کی گواہی دے رہی ہیں جس کی قدرت کے حیرت افزا نمونے تم دیکھ چکے ہو خود انصاف سے بتاؤ کہ کیا تمہیں وہ دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا نیز اس کی ہر قدرت میں اس کی بے پایاں حکمت کے جلوے جلوہ طراز ہیں جس کا ہر کام حکمت ہی حکمت ہے کیا تم اس کے بارے میں یہ باور کر سکتے ہو کہ اس نے انسان کو بے مقصد پیدا کیا۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، غور و فکر کی استعداد بخشی، عمل اور ارادہ کی آزادی مرحمت فرمائی اپنی کائنات کو مسخر کر کے اس کی ترک تازیوں کے لیے میدان ہموار کر دیا، وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو اپنی مرضی اور خواہشات سے استعمال کرتا رہا۔ کسی نے اپنی قوتوں کو عروس گیتی کے نوک پلک سنوارنے کے لیے صرف کیا، علم و حکمت کے کارواں کی قیادت کی۔ زندگی کے سنسان صحراؤں میں نیکیوں کے خیابان آباد کیے اور شاہراہ حیات پر ہر قدم بڑی ذمہ داری سے اٹھایا اور آخر دم تک اس نے اپنے پروردگار کی بندگی میں کوتاہی نہ کی۔

اور بعض لوگ انسانیت کا سہاگ لوٹتے رہے، گلشن ہستی کو ویرانیوں اور بربادیوں کے شعلوں سے بھسم کرتے رہے، اپنی سفاکیوں اور خون آشامیوں سے بے گناہوں کے معصوم خون سے ہولی کھیلتے رہے۔ نہ انہوں نے اپنے خالق کو پہچانا اور نہ اپنے معبود کی بندگی اختیار کی اور نیکی کے جتنے چراغ ان کی زد میں آئے انہیں گل کرتے رہے اور اسی طرح اپنی زندگی کو برباد کر دیا، تم خود سوچو کہ اگر ان دونوں کو دوبارہ زندہ کر کے جزا و سزا نہ دی جائے تو اس سے بڑا ظلم بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس اندھیر گردی کی اپنے رب سے جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی توقع رکھ سکتے ہو؟ اس کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے نیک بندوں کو وہ زندہ کر کے اپنی ابدی نعمتوں سے سرشار کرے تاکہ انہیں اپنے اعمال صالحہ کا میٹھا پھل نصیب ہو اور بدکاروں اور ظالموں کو دوبارہ زندہ کر کے قعر جہنم میں جھونک دے تاکہ انہیں اپنی فتنہ پردازیوں اور بدکاریوں کی پوری پوری سزا ملے۔ یہ دنیا دار العمل ہے اور وہ عمل جس پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو وہ فضول اور عبث ہے۔ اس دار العمل میں انسان کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا نہیں مل سکتی۔ خود بتائیے کہ جو حق کی سربلندی کے لیے اپنے وطن اور قوم کی آزادی کے حصول کے لیے لقمہ اجل بنا اس کو اس دنیا میں اس کا کیا اجر ملا۔ کیا آپ اس عمل کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ اس کا اسے کوئی اجر نہ ملنا چاہیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہو، اس فنا ہو جانے والی دنیا کے بعد ایک اور جہان ہو، جہاں ہر شخص کو اپنے نیک یا بد اعمال کی پوری پوری جزا ملے۔

۱۴ کفار ازراہ مذاق کہا کرتے کہ جس قیامت کی آمد کے بارے میں اتنا شور مچایا جا رہا ہے اسے کہو کہ وہ برپا ہو جائے۔ ہم بھی تو اپنی

فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ

تم چلے آؤ گے فوج در فوج ۱۵ اور کھول دیا جائے گا آسمان تو وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا ۱۶ اور حرکت دی جائے گی

الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ

پہاڑوں کو تو وہ سراب بن جائیں گے ۱۷ درحقیقت جہنم ایک گھات ہے ۱۸ (یہ) سرکشوں کا

آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جو آپ کہہ رہے تھے وہ سچ ہے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کا بپا ہونا کوئی کھیل تماشا تو ہے نہیں کہ جب کسی نے کہا اسی وقت اس کی نمائش شروع ہو گئی۔ یہ تو ایک نہایت سنگین حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ تم ہزار پاپڑ بیلو، وقتِ مقررہ سے پہلے ایک منٹ بھی یہ برپا نہ ہوگی اور جب اس کا وقت آ جائے گا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہ سکے گی۔ تمہارا بھلا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بات پر یقین کرو اور اس دن کے لیے تیاری شروع کر دو تاکہ اس دن تمہیں پچھتانا نہ پڑے۔

۱۵ آج تو تم اس کا انکار کر رہے ہو لیکن جب صور پھونکا جائے گا تو زمین کے جس دور دراز گوشے میں تم مدفون ہو گے یا جہاں جہاں تمہارے ذرّے بکھرے پڑے ہوں گے سب جمع ہو جائیں گے اور تم فوج در فوج کشاں کشاں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے لگو گے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ چادر تان کر سویا رہے، کسی غار میں چھپ جائے یا کہیں بھاگ کر چلا جائے۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز گروہ بندی نسل، زبان یا وطن کی بنیادوں پر نہ ہوگی بلکہ نیک و بد اعمال کی اساس پر ہوگی۔ شرق و غرب کے سود خور، حرام خور ایک صف میں اکٹھے ہوں گے۔ عرب و عجم کے ظالم و سفاک ایک جگہ جمع ہوں گے۔ اشتراکی اور سرمایہ دار ملکوں میں بسنے والے سارے زانی اور فاجر ایک مقام پر جمع ہوں گے اور سب ایک ساتھ بارگاہِ رب العزت میں حاضر کیے جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک لوگوں کی بھی الگ الگ گروہ بندیاں ہوں گی۔ مجاہد اور شہید ایک جگہ، علمائے ربانیین ایک جگہ، اولیائے کاملین ایک جگہ اکٹھے کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم ناچیز بندوں کا حشر بھی اس گروہ کے ساتھ کرے جن کے دلوں میں اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی شمع فروزاں ہے۔ آمین ثم آمین۔

۱۶ روزِ حشر کی کیفیت پہلے بیان ہوئی۔ قیامت کے ابتدائی مرحلوں کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ اس روز یہ مضبوط آسمان جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا یوں معلوم ہوگا جیسے ہر جگہ دروازے ہی دروازے ہیں۔ آلام و مصائب کا طوفان کسی رکاوٹ کے بغیر ان سے امڈا چلا آ رہا ہے۔

۱۷ یہ جمے ہوئے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے۔ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ علامہ قرطبی نے سرابا کا معنی لاشیئ کیا ہے۔ جس طرح سراب کو دیکھنے والا اسے پانی سمجھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا۔ سُیِّرَتْ کا معنی ہے جڑوں سے اکھڑ جانا، اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ لاشیئ کما ان السراب کذلک یظنہ الرائی ماء ولیس بماء۔ وقیل و سُیِّرَتْ نُسِفَتْ من اصولھا وقیل اُزیلت عن مواضعھا۔ (قرطبی)

۱۸ منکرینِ قیامت کو جس عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اب اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ علامہ جوہری لفظ مرصاد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے

مَآبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾

ٹھکانا ہے ۱۹ پڑے رہیں گے اس میں عرصہ دراز ۲۰ وہ نہیں چکھیں گے اس میں کوئی ٹھنڈی چیز اور نہ پانی۔

ہیں کہ جو شخص کسی کی گھات میں بیٹھا ہوا ہو اس کو راصد کہتے ہیں، کسی کی گھات میں تیار ہو کر بیٹھنے کو مترصد کہتے ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اگر تو کسی پر اچانک جھپٹنے کے لیے بالکل تیار ہو کر بیٹھ جائے تو تو کہے گا ارصدتہ، ای اعددت لہ۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ قرطبی اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں:

قلت فجہنم معدۃ مترصدۃ ای ھی متطلعۃ لمن یاتی۔ یعنی میں کہتا ہوں کہ جہنم تیار ہو کر بڑی بے تابی سے آنے والوں کے لیے گھات لگائے بیٹھا ہو گا۔

مرصاد کا معنی راستہ، راہگزر بھی بتایا گیا ہے۔ اس وقت آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ سب لوگ جہنم کے اوپر سے گزر جائیں گے جہنمی اس میں گر پڑیں گے اور جنتی سلامتی سے اسے عبور کر لیں گے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت گزرنے لگے گی تو حضور پل صراط کے قریب کھڑے ہو کر فرمائیں گے: یَارَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔ الٰہی! میرے امتی کو سلامتی سے گزار دے۔ (مظہری)

علامہ قرطبی نے مرصاد کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے: المرصاد: مفعال من ابنیۃ المبالغۃ فکانہ یکثر من جہنم انتظار الکفار۔ یعنی مرصاد کا وزن مفعال ہے۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ جہنم کفار کا بڑی شدت اور بے تابی سے انتظار کر رہا ہو گا۔

۱۹۔ طاغی کا معنی سرکش، کفر بھی سرکشی ہے اور بدکاری بھی سرکشی ہے۔ اس لیے طاغین کا لفظ کفار کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور گنہگاروں کے لیے بھی۔ مآب: مرجع، منزل، جہاں گھوم پھر کر انسان لوٹ کر آتا ہے۔

۲۰۔ احقاب: حقب اور حقُب کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے دہر۔ احقاب کا معنی ہے دھور۔ فراء جو لغت عرب اور نحو کے امام ہیں، وہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حقب اسی سال کی مدت کو کہتے ہیں۔ ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے اور آخرت کا ہر دن ایک ہزار دنیوی سالوں کے برابر ہو گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس آیت سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ جب یہ طویل مدت گزر جائے گی تو جہنمی دوزخ سے رہائی پائیں گے۔ کیونکہ اگر ان احقاب کی تعداد بیان کی جاتی یعنی چار یا دس احقاب کہا جاتا تو پھر توقیت بھی جاتی کہ چار یا دس صدیاں وہ وہاں گزاریں گے۔ یہاں احقاب کی تعداد مذکور نہیں، اس لیے آیت کا معنی یہ ہے کہ انھم یلبثون فیھا احقابا کلما مضیٰ حقب تبعہ حقب اٰخر۔ (لسان) یعنی وہ قرنہا قرن وہاں رہیں گے۔ جب ایک قرن ختم ہو جائے گی تو اس کے بعد دوسری قرن شروع ہو جائے گی پھر تیسری پھر چوتھی اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ اس لیے کفار کے جہنم سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لغت عرب کے ایک امام کی اس تشریح کے بعد کسی کج فہمی میں مبتلا ہونا سراسر نادانی ہے۔ خصوصاً جب قرآن کریم میں چونتیس مقامات پر یہ تصریح کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور بعض مقامات پر صرف خالدین پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ابداً کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے اس لیے قرآن کریم کی کسی آیت کا ایسا مفہوم بیان کرنا جو دوسری کثیر آیات کے خلاف ہو کسی مومن کو زیب نہیں دیتا۔ قال قطرب ھو الدھر

إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ

بجز کھولتے پانی اور گرم پیپ کے ۲۱؎ (ان کے گناہوں کی) پوری سزا۔ یہ لوگ (روز) حساب کی توقع ہی نہیں

حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾

رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آیتوں کو سختی سے جھٹلایا ۲۲؎ حالانکہ ہر چیز کو ہم نے گن گن کر لکھ لیا تھا۔

ع ۲

فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾

پس (اے منکرو!) اپنے کیے کا مزا چکھو اب ہم نہیں زیادہ کریں گے تم پر مگر عذاب ۲۳؎ بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے کامیابی (ہی کامیابی) ہے۔

حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَأْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

(ان کے لیے) باغات اور انگوروں (کی بیلیں) ہیں۔ اور جوان سال ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتا ہوا جام ۲۴؎

الطویل غیر المحدود۔ یعنی امام فخر قطرب نے کہا ہے کہ حقب اس لیے زمانے کو کہتے ہیں جس کی کوئی حد نہ ہو۔

۲۱؎ حمیم، کھولتا ہوا پانی۔ غساق: پیپ، کچ لہو، وہ گندا مادہ جو زخموں سے نکلتا ہے۔ غساق: صدید اهل النار و قیحهم۔

۲۲؎ انہیں ایسی جزا دی جائے گی جو ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔ جزاءً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ اس لئے منصوب ہے۔ اصل عبارت یوں ہے ای جازینا هم جزاءً وافق اعمالهم۔ (قرطبی) کذاب باب تفعیل کے مصادر کا ایک وزن ہے۔ وهو احد مصادر المشدد لان مصدره قد یجیئ علی تفعیل مثل التکلیم وعلی فعّال مثل کذّاب وعلی تفعلة مثل توصیة وعلی مُفَعَّل مثل مُمَزَّق۔ (قرطبی) باب تفعیل مصدر کے یہ چار وزن ہیں۔ ان میں ایک فعّال ہے۔

۲۳؎ یعنی تم یہ نہ سمجھو کہ تمہیں یونہی آوارہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہو۔ تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ایسا اندھیر ہونے والا نہیں۔ ہم تمہارے اعمال، تمہارے افکار اور تمہارے ارادوں کو گن گن کر ضبط تحریر میں لاتے ہیں اور یہ سارا ریکارڈ قیامت کے دن تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔

۲۴؎ اب ان لوگوں پر اپنے لطف و کرم کا ذکر ہو رہا ہے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ خداوند ذوالجلال کے دربار میں حاضری کا خوف ان کو ہر گناہ سے باز رکھتا تھا ـــــ مفاز: موضع فوز و نجاة۔ کامیابی و نجات کی جگہ۔ یہ کامیابی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ حدائق: حدیقة وہ باغ جس کے ارد گرد چاردیواری تعمیر کر دی گئی ہو۔ اعناب: ای کروم اعناب۔ انگور کی بیلیں۔ کواعب: اس کا واحد کاعب: نوخیز نوجوان۔ دهاق: ممتلئ۔ لبریز، چھلکتا ہوا۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾

نہ سنیں گے وہاں کوئی بیہودہ بات اور نہ جھوٹ۔ یہ بدلہ ہے آپ کے رب کی طرف سے بڑا کافی انعام ۳۵

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ

جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بے حد مہربان ۳۶ انہیں طاقت نہ ہوگی کہ (بغیر اجازت) اس سے

خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا

بات بھی کر سکیں ۳۷ جس روز روح اور فرشتے پرے باندھ کر کھڑے ہوں گے ۳۸ کوئی نہ بول سکے گا بجز اس

۳۵ آپ کے رب کی طرف سے ان متقین کو یہ بدلہ ملے گا، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوگا اور یہ اتنی وافر مقدار میں دیا جائے گا کہ لینے والے کہیں گے بس بس! ہمیں اتنا ہی بہت ہے، ہمیں اور نہیں چاہیے۔ یہ انعام و اکرام کیونکہ ان کے اعمال صالحہ کے عوض میں ہے اس لیے اسے جزاء کہا گیا، کیونکہ اس میں اس کا فضل و احسان جلوہ نما ہے اس لیے اسے عطاء کہا گیا ہے۔ پھر عطاء کی صفت حساباً ذکر کی گئی۔ قتادہ نے اس کا معنی کثیراً بتایا ہے۔ یقال احسبت فلاناً ای کثرت لہ العطاء حتی قال حسبی۔ جب کسی کو کوئی چیز اتنی فراواں مقدار میں دی جائے کہ وہ خود کہہ اٹھے بس بس مجھے اتنا کافی ہے تو لغت عرب میں کہتے ہیں احسبتُ فلاناً میں نے اسے بہت عطا کیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حساباً سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا کسی کے ساتھ وعدہ کیا ہے عطاء اس کے مطابق ہوگی۔ بعض کو ایک کے بدلے دس، بعض کو ایک کے بدلے سات سو اور بعض کو بے حد حساب دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ ہر شخص کو اس کے خلوص نیت، عجز و نیاز کی کیفیت کے مطابق اجر ملے گا۔ (قرطبی)

جزاء من ربک کے الفاظ اہل محبت کے لیے اپنے اندر خصوصی کشش رکھتے ہیں۔ جب دوزخیوں کی سزا کا ذکر ہوا تو صرف جزاءً وفاقاً فرمایا گیا اور جب اہل جنت پر اپنے جود و کرم کی بارش فرمانے کا موقع آیا تو اس کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا اور اپنی شانِ ربوبیت کی اضافت اپنے حبیب کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرما دی۔ رب تو سب کا ہے لیکن صفتِ ربوبیت کا جو خصوصی تعلق ذاتِ پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں، نہ عرش کو نہ کرسی کو، نہ جبریل کو نہ نوح و خلیل کو۔

۳۶ یہ بدل ہے اس کا مبدل منہ ربک ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں: فی الابدال تعظیم لا یخفی۔ اس بدل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان یوں ظاہر ہو رہی ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: وایماء علی ما قیل الی ما روی فی کتب الصوفیۃ من الحدیث القدسی لولاک لما خلقت الافلاک۔ اس میں صوفیاء کی روایت کردہ اس حدیث قدسی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اے حبیب! اگر تو نہ ہوتا تو زمین آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔ الرحمٰن بھی بدل ہے یا صفت۔

۳۷ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے زبان نہ کھول سکے گا۔ کسی میں دم مارنے کی ہمت نہ ہوگی۔ کفار و منکرین آج بڑے زبان دراز

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ

کے جس کو رحمٰن اذن دے اور وہ ٹھیک بات کرے ۳۹ یہ دن برحق ہے، سو جس کا جی

پڑے ہوئے ہیں ذرا روزِ قیامت کا بھی خیال رکھیں۔

۳۸ روح سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جبریل امین ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہِ خداوندِ ذوالجلال میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور مارے خوف کے کانپ رہے ہوں گے اور ان کی زبان پر یہ جاری ہو گا۔ لا الٰہ الا انت ما عبدناک حق عبادتک جبریل کے علاوہ دوسرے ملائکہ بھی صفیں باندھے حاضر ہوں گے۔

۳۹ جلالِ خداوندی کا یہ عالم ہو گا کہ سب چُپ، دم بخود۔ کسی میں لب ہلانے کی بھی ہمت نہ ہو گی۔ البتہ وہ نفوسِ قدسیہ جن کو اذنِ گویائی ملے گا وہ اپنے رب کے حضور اپنی گزارشات اور اپنی التجائیں پیش کر رہے ہوں گے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث شفاعت بڑی مفصل درج کی ہے جس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

"کافی عرصہ سب لوگ خاموشی سے سر جھکائے کھڑے رہیں گے اور پسینوں میں شرابور ہوں گے کوئی ٹخنوں تک پسینے میں ہو گا کوئی گھٹنوں تک کوئی کمر تک کوئی گردن تک پسینے میں ڈوبا ہو گا۔ آخر سب آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کے لیے درخواست کریں گے۔ آپ اپنی معذوری بیان کریں گے۔ چنانچہ مختلف انبیاء کے پاس باری باری حاضر ہوں گے لیکن ناامید ہو کر لوٹیں گے۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب جائیں گے تو آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو شفاعت کی جرأت نہیں کر سکتا البتہ تمہیں ایک ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں جس کے پاس سے کوئی سائل نامراد واپس نہیں لوٹتا۔ وہ سب کو بارگاہِ محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ اطیب التحیۃ والثناء کی طرف جانے کا حکم دیں گے۔ جب در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد سب مخلوق شکستہ خاطر، پراگندہ حال وہاں جائے گی اور شفاعت کی درخواست کرے گی۔ ان درخواست کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو آج بڑے طمطراق سے شفاعتِ مصطفوی کا انکار کرتے ہیں اور اگر انکار نہیں کر سکتے تو اس کی ایسی تاویل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایسی خود ساختہ شرائط کا اضافہ کرتے ہیں کہ شانِ مصطفوی کا ظہور نہیں ہوتا۔ وہ لوگ بھی اس دن حاضر ہوں گے۔ حضور سرورِ عالم سب کی فریاد سن کر فرمائیں گے انا لها، انا لها۔ ہاں میں تمہاری شفاعت کروں گا، ہاں مجھے یہ منصب حاصل ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں۔ چنانچہ حضور عرشِ الٰہی کے قریب جا کر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اپنے پروردگار کی حمد و توصیف کی حد کر دیں گے۔ عرش والا فرمائے گا یا محمد ارفع راسک سل تعط اشفع تشفع۔ اے پیکرِ ہر خوبی و زیبائی! اپنا سرِ مبارک اٹھاؤ، تم مانگتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا، تم شفاعت کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔ اذنِ شفاعت سے شرف یاب ہو کر مقامِ محمود پر جلوہ فگن ہوں گے۔ لواء الحمد کا پرچم دستِ مبارک میں جھوم رہا ہو گا اور جو آئے گا سب کو پناہ دیتے جائیں گے۔"

اللھم صل علی شفیع الامم۔ اللھم سلم علی صاحب المقام المحمود اللھم بارک علی حامل لواء الحمد من الصلوات ازکٰھا ومن التسلیمات اسنٰھا ومن البرکات اعلاھا وعلی اٰلہ واصحابہ وعلینا معھم اجمعین۔ اللھم ارزقنا شفاعتہ واحشرنا فی زمرتہ تحت لواء الحمد۔ اللھم انت اکرم المسئولین۔

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ

چاہے بنا لے اپنے رب کے جوار رحمت میں اپنا ٹھکانا ۳۰ بے شک ہم نے ڈرا دیا ہے تمہیں جلد آنے والے عذاب سے ۔ اس دن

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾ ع ٢

دیکھ لے گا ہر شخص (ان عملوں کو) جو اس نے آگے بھیجے تھے اور کافر (بصد حسرت) کہے گا کاش! میں خاک ہوتا ۳۱

۳۰ ۔ آخر میں پھر بتا دیا کہ اس دن کا آنا برحق ہے اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس کا جی چاہے آج اس راستہ پر چل کھڑا ہو جو اس کو اس کے رب کی طرف لے جاتا ہے۔ مآبا: مرجعا و سبیلا۔

۳۱ ۔ کفار کے اعمال کا کچا چٹھا ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت سارے نشے ہرن ہو جائیں گے ساری نخوتیں خاک میں مل جائیں گی۔ بصد حسرت و یاس کہے گا کاش! میں مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا ہوتا اور مجھے یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔

بعض علماء نے الکافر سے مراد ابلیس لیا ہے۔ اس روز جب اولاد آدم کے نیکوکاروں کی یہ عزت افزائیاں دیکھے گا تو کہے گا کہ کاش! مجھے آگ سے پیدا نہ کیا جاتا اور اس کی وجہ سے مغرور ہو کر میں گمراہ نہ ہوتا۔ کاش! میری تخلیق مٹی سے ہوتی۔ میں اپنے رب کے حضور عجز و انکساری کا حق ادا کرتا اور آج اس رسوائی سے دوچار نہ ہوتا۔

○

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والھیبۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین وارزقنی مرافقۃ حبیبک المکرم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علی شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی اٰلہ الطاھرین واصحابہ المکرمین وعلی سائر امتہ اجمعین۔

○